تعارف وتبصرہ

سہ ماہی تحقیقات اسلامی پر ایک نظر

ڈاکٹر عبدالمغنی

'تحقیقات اسلامی' کو خدا کا شکر ہے اہلِ علم نے بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ رسالہ کی تعریف و تحسین میں جو خطوط آتے رہے ان کی اشاعت کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالمغنی نے رسالہ کی نگارشات کی محض تعریف ہی نہیں کی ہے بلکہ اس کے بعض مندرجات پر تنقید بھی کی ہے۔ اب کی بار تعارف و تبصرہ کے عنوان کے تحت ڈاکٹر صاحب کی یہی تحریر پیش کی جارہی ہے۔ تحقیقات اسلامی کے منجھے ہوئے اہلِ قلم امید ہے اس تنقید کا خوش دلی سے استقبال کریں گے اور ہمارے عام قارئین کو بھی اس سے فائدہ پہونچے گا۔ جلال الدین

عصرِ حاضر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا چرچا عام ہے، یہاں تک کہ بعض ان حضرات نے بھی اس موضوع پر کام شروع کیا جو اسلامی نظریۂ زندگی اور نظامِ حیات سے کم ہی واقفیت رکھتے ہیں اور کچھ زیادہ دلچسپی بھی نہیں رکھتے، بلکہ ان کا مقصد زیادہ تر اسلام میں جدید خیالات کا پیوند لگا کر مسلمانوں کو کسی نام نہاد ترقی کی دوڑ میں لگانا ہے یا پھر دنیا کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا عذر پیش کرنا ہے۔ دوسری قسم کے حضرات وہ ہیں جو عصرِ حاضر کے مسائل کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے اور ان سے آگاہ بھی کم ہیں، بس پرانی باتوں کو ایک ڈھنگ سے

جمع کرتے چلے جاتے ہیں، لیکن نئے زمانے میں ان کا مصرف اور موجودہ حالات پر ان کا انطباق دکھانے کی کوشش نہیں کرتے۔

بلاشبہ ماضی قریب میں علامہ شبلی، علامہ ابوالکلام آزاد، علامہ سید سلیمان ندوی اور سب سے زیادہ علامہ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے اسلام کے نظریہ و نظام کی بہترین ترجمانی عصر حاضر میں کی ہے اور علامہ اقبال نے اس ترجمانی کو اپنی دقیقہ سنجی اور نغمہ آفرینی سے دلوں کی دھڑکن بنا دیا ہے۔ لہٰذا یہی بزرگ کم از کم ہند و پاک کی حد تک اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے معمار ہیں اور انھیں کے کارناموں نے وہ فضا بنائی ہے جس میں نئی نسلوں کی اسلام پسندی پروان چڑھی ہے۔

اس فضا کو پھیلانے اور بڑھانے کے لئے ایسے مستعد صالح ذہنوں کی ضرورت تھی جو ایک ٹیم بن کر کسی ادارۂ تصنیف و اشاعت کے ذریعہ تازہ بہ تازہ موضوعات و مسائل پر اسلامی تعلیمات و معلومات کو بلا خوف و خطر اور بلا رورعایت پیش کریں اور قدیم و جدید کو باہم دگر مربوط کر کے اقدامی انداز سے بات کریں، سب سے بڑھ کر یہ کہ قدیم علوم اور ان کی معلومات کے عظیم الشان خزانے کو جدید اسلوب سے دنیا کے سامنے لاکر دور حاضر کی ذہنی کم مائگی اور اس سے پیدا ہونے والی کم ظرفی کا علاج کریں تاکہ بیسویں صدی عیسوی کا علمی توازن درست ہو، جو کم نظر مرعوب اور کم علم مستشرقین کے غرور نفس اور فریب کاریوں کے سبب برہم ہو چکا ہے۔

"ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی" علی گڑھ اور اس کا ترجمان "تحقیقات اسلامی" اسی ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ ادارہ کے نگراں مولانا صدرالدین اصلاحی صاحب اپنے علمی و تصنیفی کمالات اور کارناموں کے لئے دینی حلقوں میں معروف ہیں اور اس کے مدیر مولانا سید جلال الدین عمری اس کار عظیم کے لئے بہت ہی موزوں بھی ہیں اور مستعد بھی جو اس ادارے اور رسالے نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے سہ ماہی "تحقیقات اسلامی" کے چار شمارے جنوری سے دسمبر ۸۲ تک کے ہیں، جو ایک سال کی

علمی کاوشوں کی روداد سناتے ہیں۔

ہر شمارہ کے شروع میں فہرست مضامین ہوتی ہی ہے۔ لیکن چوتھے شمارہ کے آخر میں چاروں شماروں کی فہرست یکجا بھی دے دی گئی ہے۔ اس فہرست پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں مستقل و مبسوط مقالے بھی ہیں اور مختصر و مفصل تبصرے بھی، خالص علمی موضوعات بھی ہیں اور عملی مسائل بھی، لکھنے والوں میں ہندوستان کے بھی علماء ہیں اور عالم عرب کے بھی۔ قدیم فقیہہ بھی ہیں اور جدید دانشور بھی۔ اداریہ، مقالہ، تلخیص، تعارف سب کچھ ہے۔ مذہبی، تاریخی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی، ہر قسم کے مباحث ہیں۔ ان تمام تحریروں میں قدر مشترک اسلامی نقطہ نظر اور علمی طرز بیان ہے، جو اوّل تا آخر ہر شمارے اور سبھی شماروں میں موجود ہے۔

ایک تعارفی تبصرے میں ممکن نہیں کہ مذکورہ بالا مضامین پر تفصیل کے ساتھ کوئی گفت وگو کی جائے، نہ ہی تمام تحریروں کو زیر بحث لانا مناسب ہوگا۔ لہذا چند چیزوں کو بہ طور نمونہ لے کر اختصار کے ساتھ بعض نکات پیش کرنا چاہتا ہوں، تاکہ اسلامیات سے دل چسپی رکھنے والے اور تازہ ترین علمی رجحانات کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے "تحقیقات اسلامی" کی کاوشوں کی طرف زیادہ توجہ دیں۔

مولانا جلال الدین عمری صاحب کے اداریے بہت فکر انگیز اور رسالے کے مقاصد کے لئے نہایت موزوں و موثر ہیں۔ وہ اپنے مضامین میں موضوع کی تمام جہتوں کا احاطہ کرتے ہیں اور ہر جہت سے قرآن و حدیث کے دلائل کثرت کے ساتھ پیش کرتے ہیں قصہ آدم و حوا اور مسلمان مرد و عورت کے لئے ایمان و عمل صالح کی اہمیت پر انھوں نے جو روشنی ڈالی ہے اس سے ان قدیم موضوعات کے تمام پہلو نکھر کر سامنے آجاتے ہیں، اسی طرح ظلم سے کمزور کی حفاظت اور مظلوم کے دفاع جیسے جدید مباحث پر انھوں نے اسلام کی تعلیمات و ہدایات بڑی قابلیت کے ساتھ واضح کر دی ہیں۔ ان کا اسلوب تحریر یہ ہے کہ اپنے موضوع کے ایک ایک نکتے بلکہ ہر ہر جزیئے کو الگ الگ کھول کھول

بیان کرتے ہیں اور ہر خیال کے لئے کتاب اللہ کی آیات اور سنت رسول اللہ کی روایات سے استشہاد کرتے ہیں۔ اس طرح قاری کو متعلقہ مضمون پر اسلام کے احکام کا تعین اور تفصیل کے ساتھ علم ہو جاتا ہے۔

مولانا صدر الدین اصلاحی اپنے مباحث کو زیادہ طول نہیں دیتے، صرف چند ضروری اور بنیادی امور کو لیتے ہیں، پھر کتاب و سنت سے بھی نمایاں ترین دلائل پیش کرتے ہیں، اور سارا زور زیر بحث موضوع کے تجزیئے پر صرف کرتے ہیں۔ ان کے انداز تحریر میں بڑی جامعیت ترتیب و تنظیم اور حسن بیان ہے۔ مسلمان باپ کی ذمہ داریاں اور بنی اسرائیل کی مصر واپسی جیسے قدیم موضوعات پر انھوں نے ایک انفرادیت و جدّت کے ساتھ اور بعض نئی معلومات کو سامنے رکھتے ہوئے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لغات القرآن پر بھی عبور رکھتے ہیں اور الفاظ کے معانی کا ماہرانہ تجزیہ کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ بحث بہت ہی منطقی اور مربوط ہے اور طرز بیان پر معنی و اثر انگیز۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کے تناسب پر اعداد و شمار اور حقائق سے لبریز فاضلانہ بحث کر کے فیصلہ کن طریقے پر مستشرقین کے جاہلانہ و متعصبانہ الزامات کا پردہ چاک کر دیا ہے۔ اس موضوع پر مصنف نے تحقیق و تفتیش کی زبردست کاوشیں کی ہیں اور وہ اپنے مواد پر کافی قدرت رکھتے ہیں، لیکن شان نزول کے سلسلے میں بہت ساری معلومات فراہم کر لینے کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تنقیدی بصیرت سے کام نہیں لے سکے، اور صاف دماغی کے ساتھ کسی صحیح فیصلے پر نہیں پہنچے، وہ اس موضوع پر بعض عظیم ترین مفکرین اسلام کے خیالات پر محاکمہ تو کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ خالص دینی موضوع مصنف کے ذہن کے لئے سازگار نہیں معلوم ہوتا، لہٰذا اگر وہ اپنے مطالعات مستشرقین کے اسلامی تاریخ پر کئے گئے الزامات کی تردید اور اس سلسلے میں زیر بحث آنے والے معاشی و سیاسی موضوعات تک محدود رکھیں تو عصر حاضر میں اسلام کی ایک شاندار، علمی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

جناب سلطان احمد اصلاحی نے مساوات کے تصور پر مذاہب عالم کی تعلیمات کے متعلق ایک بہت مفید سلسلہ شروع کیا ہے اور دورِ جدید کے اس اہم موضوع پر خاصی معلومات فراہم کر دی ہیں۔ ان کا طریق مطالعہ مبصرانہ اور طرز بیان سلیس و رواں ہے۔

ڈاکٹر محمد ذکی نے خانۂ کعبہ اور رسالت محمدی کے مضامین کو ایک علمی بحث کا موضوع بنایا ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے ناقابل تردید دلائل اور دستاویزی شہادتوں سے، جن میں متعدد مخالفین اسلام ہی کی مقدس کتابوں سے لی گئی ہیں، ثابت کر دیا ہے کہ خانۂ کعبہ اور رسالت محمدی کی اصلیت و حقیقت وہی ہے جو قرآن حکیم واضح کرتا ہے، نہ کہ وہ جو غیر مسلم بالخصوص مسیحی علما اپنی ناقص معلومات اور معاندانہ تعصبات کے سبب بتانا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوری نے تعدادِ ازدواج کے مسئلے پر پرزور عقلی دلائل اور بصیرت افروز معلومات کے ذریعے نہایت ہی عالمانہ و فاضلانہ طور پر اسلامی نقطۂ نظر کی حکمت و افادیت ثابت کر دی ہے اور اس سلسلے میں مسلم پرسنل لا پر کیے جانے والے سارے اعتراضات کی دھجیاں اڑادی ہیں۔ اس مضمون کے مطالعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ شریعت اسلامی سے بہتر کوئی عائلی قانون انسان کے لیے نہیں ہے اور جو لوگ اس پر تنقید کرتے ہیں وہ احمقوں کی جنت میں رہتے ہیں۔

ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی نے بڑی خوبصورتی سے تصوف میں پیر کے تصور کی حقیقت اس کے علم برداروں ہی کے بیانات سے واضح کر کے اس کا سراسر غیر شرعی اور شرک آمیز ہونا بالکل ثابت کر دیا ہے۔

ڈاکٹر عبد العظیم اصلاحی نے امام ابن تیمیہ کے معاشی نظریات کا انکشاف کر کے قدیم علمائے اسلام کی جدید ترین موضوعات پر دسترس اور خالص دنیوی سمجھے جانے والے مسائل پر ان کے حکیمانہ نقطۂ نظر کا ایک بین ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے تمام ضروری معلومات مہیا کر کے انھیں عالمانہ انداز سے پیش کیا ہے۔ اگر وہ

اس موضوع کو جاری رکھتے ہوئے دوسرے قدیم ائمہ اسلام کے معاشی تصورات کا بھی سراغ لگائیں تو عصر حاضر میں اسلام کی ایک اہم خدمت انجام دیں گے۔

مولانا محمد تقی امینی کے مضمون میں حوالے اور معلومات تو ہیں مگر مربوط اور واضح انداز انداز میں مرتب و منظم طریقے پر بحث و تجزیہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ حکمت کی جو تشریح انھوں نے کی ہے اس میں بعض غیر متعلق امور کی شمولیت کے سبب اس لفظ کا مفہوم معین نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر بدری محمد فہد نے مسلمان قاضیوں کا تذکرہ کر کے واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے جامع تصور عدل کی ترجمانی و تعمیل کے ایک نہایت ضروری اور اہم گوشے پر فاضلانہ طریقے سے روشنی ڈالی ہے۔

جناب انوار علی خاں سوز نے مسلم اساسیت پر لکھتے ہوئے اساسیت کے مفہوم اور ارتقا پر اچھی گفت و گو کی ہے اور اس سلسلے میں ضروری معلومات فراہم کی ہیں۔ لیکن ان کی نظر صاف نہیں ہے اور ذہن بالکل الجھا ہوا ہے۔ لہٰذا وہ مسلم اساسیت کی توضیح و تعیین تو کیا کرتے، بعض ایسے بیانات صادر کرتے ہیں جو سراسر غلط اور مغالطہ انگیز ہیں۔ مثال کے طور پر بہاء اللہ اور غلام احمد قادیانی کے ساتھ مہدی سوڈانی کا ذکر اور یہ تاثر دینا کہ اول الذکر دو کی طرح آخر الذکر نے بھی کوئی دینی فرقہ بنایا، جب کہ یہ معلوم و معروف ہے کہ بہاء اللہ اور غلام احمد دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور مہدی سوڈانی ملتِ اسلامیہ کے ایک مصلح سمجھے جاتے ہیں۔ پھر دوسری جگہ، راسخ العقیدہ شمار کئے جانے والوں کے بارے میں یہ الزام لگایا گیا ہے کہ وہ دین میں اضافہ کو صحیح سمجھتے ہیں، یہ ایک بالکل بے بنیاد بات ہے اور اس کے اندر صریحاً تضاد بیان پایا جاتا ہے۔ اسی طرح علامہ اقبال کی طرف جو نظریہ ارتقا اور اشتراکی تصور ملکیت منسوب کیا گیا ہے یا یہ بات جو کہی گئی ہے کہ جماعت اسلامی کے بعض لوگ نظریۂ ارتقا کو صحیح سمجھتے ہیں اور بعض لوگ اسے غلط سمجھتے ہیں، مشتبہ اور مغالطہ آمیز ہے۔ دراصل یہ پورا مضمون دفاعی اور عذر

خواہانہ قسم کا ہے جس میں اخوان المسلمین اور جماعت اسلامی وغیرہ کو فنڈامنٹلسٹ کہنے والوں کو ایک الزامی جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن اس طرز بحث کا نتیجہ انتشار خیال کی شکل میں نکلا ہے۔ اساسیت پسندی کا مطلب اگر دین کے اساسی تصورات کا احیا ہے تو یہ عین اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا عمل ہے۔ اس پر نہ شرمانے کی ضرورت ہے نہ خود الجھ کر دوسروں کو الجھانے کی۔

ڈاکٹر عبد الباری نے ہشام کی سیاسی حکمت عملی پر معلومات افزا مضمون لکھا ہے۔ اسی موضوع پر وہ دیگر اہم خلفاء کے متعلق بھی لکھیں تو اچھا ہو۔ جناب عبد الباری ایم اے نے مسجد اقصیٰ اور اس کے ماحول کی قدیم تاریخ پر اچھی معلومات فراہم کی ہیں۔ ڈاکٹر احمد سجاد نے عاصم بہاری جیسے ایک گم نام سماجی کارکن کی خدمات پر محققانہ انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ لیکن اس سلسلے میں چند بالکل بنیادی تصورات ہی محل نظر ہیں۔ جو مسلمان پیشے کے لحاظ سے بنکر رہے ہیں انھیں 'مومن' یا 'انصاری' قرار دینا محض ستم ظریفی ہے اور اس سے احساس کم تری اور تنگ نظری کے ساتھ ساتھ طبقہ پرستی اور فرقہ بندی کی بو آتی ہے مومن تو ہر مسلمان ہے، نہ کہ محض ایک خاص طبقے کے اہل ایمان، اور انصاری تو خود سید السادات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ننہال کی طرف سے تھے۔ انصار ہونا ایک بات ہے، جو صحیح ہے اور انصاری کہلانا بالکل دوسری بات، جو محض ایک مغالطہ ہے۔

اس تبصرے سے واضح ہو جاتا ہے کہ زیر نظر رسالے کو لکھنے والوں کی ایک ایسی ٹیم کا تعاون حاصل ہے جس کے افراد باصلاحیت، باشعور، ذی علم اور اسلام پسند ہیں اور گرچہ ان میں سے بعض ابھی زیادہ معروف نہیں مگر مشہور و معمر علمائے مغرب کی اسلام کے خلاف کی جانے والی پختہ سازشوں کا پردہ بخوبی چاک کر سکتے ہیں اور دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ علم اور علمی دیانت داری کیا ہے اور جہل اور علمی بد دیانتی کیا۔ پھر نئے نئے مسائل و مشکلات کا اسلامی حل پیش کرنے کی استعداد بھی یہ تازہ کار علمائے اسلام رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت ہی مسرت کی اور نہایت امید افزا بات یہ ہے کہ رسالے کو اس کے مرکز اشاعت علی گڑھ،

میں مسلم یونیورسٹی کے جدید وجدید مسلم اسکالروں کا تعاون حاصل ہے اور وہ استقلال کے ساتھ اس سلسلے میں کاوشیں کر رہے ہیں۔

یوں تو رسالے میں ہر طرز و اسلوب کے مضامین ہیں، لیکن زیادہ کامیاب اور موثر وہی ہیں جن میں واقعات کی کھتونی کرنے اور اعداد وشمار کا انبار لگانے کی بجائے ایک معین نقطۂ نظر سے زیر بحث موضوع کے مضمرات کو ضروری دلائل وحقائق کے ساتھ واضح کیا گیا ہے، اور انھیں پڑھ کر قاری کو صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ معاملے کی اصلیت و اہمیت کیا ہے۔ یہی وہ پختہ، مرتب، منطقی، واضح اور موثر سلیقہ تحریر ہے جو کسی تحریک کو آگے بڑھانا اور تنظیم کو کامیاب بناتا ہے، ورنہ محض حوالوں اور اقتباسوں سے خام مواد فراہم کر دینا کوئی تصنیفی کارنامہ نہیں ہے، فقط ایک کوشش تالیف ہے۔ اسی طرح دفاعی کی بجائے اقدامی انداز اختیار کرنا بھی علمی وعملی دونوں قسم کی جد وجہد کی کامیابی کے لئے ضروری ہے۔

رسالے میں بعض عرب علماء کے مضامین یا ان کے علمی کارناموں پر تبصرے بھی موجود ہیں۔ عرب وہند کے مسلم علماء کے درمیان یہ تعارف اور تبادلۂ خیال نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اور اس سے اردو پڑھنے والوں کو علوم اسلامی میں عربی کے تازہ ترین ذخیرے سے واقفیت حاصل ہوگی۔ ضرورت ہے کہ اس سلسلے کو اور بڑھایا جائے۔

تحقیقات اسلامی میں ادب کے موضوع کو بھی شامل کر لیا جائے تو بہتر ہو۔ اس مقصد کے لئے وقتاً فوقتاً اسلام پسند ادیبوں کی تعمیری کوششوں کا جائزہ لینا کافی ہوگا۔ تخلیقی ادب معاشرے پر وسیع طور سے اثر انداز ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کی تحقیق وتنقید بھی ضروری ہے۔

جو حضرات سہ ماہی تحقیقات اسلامی یا ادارہ تحقیق وتصنیف کو چیک یا ڈرافٹ کی شکل میں تعاون کرنا چاہیں وہ اس پتہ پر تعاون فرمائیں IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI ALIGARH